

از عدالتِ عظمیٰ

بااختیار عدالت عالیہ بذریعہ ان کے رجسٹرار

بنام

شری ادے سنگھ ولد گنپت راؤ نانک نمبلکر ودیگران

تاریخ فیصلہ: 9 اپریل، 1997

[کے راماسوامی اور ڈی پی وادھوا، جسٹس صاحبان]

قانون ملازمت:

برطرنی-عدالتی افسر-رشوت کا مطالبہ کرنے والے کے خلاف شکایت-خفیہ رپورٹ میں ضلعی جج کے منفی تاثرات—کے خلاف نمائندگی-ضلعی جج مدعی اور وکلاء کے تاثرات کے ذریعے اپنے تاثرات کی تصدیق کرتے ہوئے-عدالت عالیہ دیوانی جج کے خلاف تادیبی حکم دیا اور بالآخر افسر کو ملازمت سے برخاست کر دیا-رٹ پٹیشن-ڈویژن پنج نے برخاستگی کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ ڈسٹرکٹ جج افسر کے خلاف متعصبانہ تھا-قرار پایا کہ، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضلعی جج افسر کے خلاف متعصبانہ تھا-انضباطی اتھارٹی یعنی عدالت عالیہ کے سامنے ثبوت دستیاب تھے-افسر کے خلاف مبینہ بد عملی ثابت ہو گئی ہے-برخاستگی کی تاوان کا نفاذ جائز ہے—عدالتی نظر ثانی۔

بی سی چٹرویدی بنام یونین آف انڈیا ودیگران، [1995] 6 ایس سی سی 749 اور ریاست

تامل ناڈو بنام ایس سبرامنیام، [1996] 7 ایس سی سی 509، پر انحصار کیا۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 9506، سال 1996۔

ڈبلیو پی نمبر 2210، سال 1993 میں بمبئی عدالت عالیہ کے 26.4.96 کے فیصلے اور حکم

سے۔

اپیل کنندہ کے لیے ہریش این سالوی اور ڈی ایم نرگو لکر۔

جواب دہندگان کے لیے پی ایس لامباٹ۔

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم سنایا گیا:

سرٹیفکیٹ کے ذریعے یہ اپیل بمبئی عدالت عالیہ، ناگپور بنج کے ڈویژن بنج کے فیصلے سے پیدا ہوتی ہے، جو 26 اپریل 1996 کو رٹ پٹیشن نمبر 2210، سال 1993 میں دی گئی تھی۔

جب دعویٰ علیہ ناسک میں دیوانی جج، جو نیئر ڈویژن کے طور پر کام کر رہا تھا، اس کے خلاف الزام لگایا گیا تھا کہ 21 اکتوبر 1989 کو اس نے ایک قاصد کے ذریعے ایک شریعتی کنڈن بین کو پیغام بھیجا تھا، جو بے دخلی کے دیوانی مقدمے میں دعویٰ علیہ ہے، اور اس کے حق میں فیصلہ سنانے کے لیے 10,000 روپے کی رشوت کا مطالبہ کیا تھا۔ جیسے ہی یہ اطلاع موصول ہوئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے وکیل جناب ساتھی سے شکایت کی؛ جنہوں نے آگے چل کر یہ شکایت ایک جناب پراک، اسسٹنٹ سرکاری وکیل سے کی؛ جنہوں نے بعد ازاں یہ شکایت جناب این۔ اے۔ گیتے، ڈسٹرکٹ سرکاری وکیل سے کی۔ ڈسٹرکٹ سرکاری وکیل نے اس رشوت کے مطالبے کی اطلاع جو کہ فریق مخالف کی جانب سے کی گئی تھی، ڈسٹرکٹ جج کو دی۔ اس کی بنیاد پر، ضلعی جج نے 1989-90 کے لیے اپنی خفیہ رپورٹوں میں مدعا علیہ کے خلاف منفی تاثرات کیے۔ اسی کے بارے میں معلوم ہونے پر مدعا علیہ نے عدالت عالیہ سے مذکورہ تاثرات کو ہٹانے کی اپیل کی۔ عدالت عالیہ نے، اس پر، ڈسٹرکٹ جج کو ہدایت کی ہے کہ وہ مذکورہ بالا وکلاء کے ثبوت ریکارڈ کرنے کے بعد منفی تاثرات کو ثابت کرے۔ اس کے بعد ان کے بیانات ریکارڈ کیے جانے لگے۔ اس مرحلے پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ تب تک مدعا علیہ کو 26 اپریل 1990 کے نوٹیفکیشن کے ذریعے ناسک سے منتقل کر دیا گیا تھا، لیکن 4 مئی 1990 کو ڈسٹرکٹ سرکاری وکیل مسٹر گانٹ کی طرف سے ڈسٹرکٹ جج کو خط بھیجنے کی تاریخ تک اسے فارغ نہیں کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا تین افراد اور مستغیث شریعتی کنڈن بین کے ریکارڈ کردہ بیانات کی بنیاد پر، عدالت عالیہ نے مدعا علیہ کے تادیبی تادیبی تحقیقات کا آغاز کیا۔ جانچ افسر نے مدعا علیہ کو معقول موقع دینے کے بعد جانچ کی اور اپنی رپورٹ پیش کی۔ مدعا علیہ کے خلاف بنایا گیا الزام درج ذیل ہے:

"کہ اتوار، 22 اکتوبر 1989 کو صبح تقریباً 10.00 پر آپ نے اپنے پیغام رساں کے ذریعے 10,000 روپے کی رشوت کا مطالبہ کیا، گھر نمبر 4518 کی رہائشی شریعتی کنڈن کشور سومیا (ٹھکر)، سردار چوکی، پنچاوتی پولیس چوکی کے سامنے، ناسک، باقاعدہ دیوانی دعویٰ نمبر 81/581 میں مدعا علیہ، اس کے حق میں مذکورہ دعویٰ فیصلہ کرنے کے لیے اور یہ کہ آپ اس طرح بد عنوانی میں ملوث ہو گئے جو کہ سنگین بد عملی مترادف ہے۔"

جانچ رپورٹ موصول ہونے اور اس پر غور کرنے کے بعد عدالت عالیہ نے جانچ آفیسر کے نتیجے سے اختلاف کیا اور اپنے اولین نتائج کو درج کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جانچ آفیسر کے نتائج سے کس طرح مختلف ہے اور اس نے درج ذیل بیان کیا:

"جانچ آفیسر، ناسک کے ذریعے درج کیے گئے ان بیانات کے مجموعی نقطہ نظر کو دیکھتے ہوئے، ہمارا خیال تھا کہ یہ سازگار فیصلہ دینے کے لیے رشوت کے مطالبے کے معاملے میں مجرم کی قصورواریت کو برقرار رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے دیانت داری کو شک میں ڈال دیا گیا ہے اور عدالتی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لیے تعزیری کارروائی کی ضرورت ہے۔

یہاں اوپر بیان کردہ وجہ کے لیے، ہم جانچ آفیسر کے نتیجے سے متفق نہیں ہیں جس نے صحیح تناظر میں ریکارڈ پر موجود شواہد اور مواد کا تجزیہ اور تعریف نہیں کی ہے۔"

اس کے مطابق، مجرم افسر، مدعا علیہ کو اپنی وضاحت پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ مدعا علیہ نے اپنی وضاحت پیش کی اور اس پر غور کرنے پر، عدالت عالیہ کی تادیبی کمیٹی نے 31 جولائی 1993 کی اپنی کارروائی کے ذریعے برخاستگی کی سفارش کی اور حکومت ریکارڈ پر غور کرنے اور عدالت عالیہ کی سفارش پر مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچی:

"اور جب کہ، چیف جسٹس اور بمبئی میں باختیار عدالت عالیہ کے جج، انضباطی اتھارٹی ہونے کے ناطے، جانچ آفیسر کی مذکورہ رپورٹ اور ریکارڈ پر موجود شواہد پر غور کرنے پر، جانچ آفیسر کے نتائج سے متفق نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔

اور جب کہ، اس کے بعد، چیف جسٹس اور بمبئی میں باختیار عدالت عالیہ کے ججوں نے، انضباطی اتھارٹی ہونے کے ناطے، مذکورہ شری ناکمبکر کو وجہ بتاؤ نوٹس جاری کیا تھا، جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اس کی وجہ بتائیں کہ انہیں ملازمت سے برخاست کرنے کی سزا کیوں نہیں دی جانی چاہیے۔

اور جب کہ، مذکورہ شری ناکمبکر کی طرف سے دکھائے گئے مقصد پر غور کرنے کے بعد، انضباطی اتھارٹی نے حکومت سے مذکورہ شری ناکمبکر کو ملازمت سے برخاست کرنے کی سزا دینے کی سفارش کی ہے۔

اور جب کہ، رپورٹ اور جانچ آفیسر کے نتائج پر غور کرتے ہوئے، مذکورہ شری ناکنمبلکر کی طرف سے دکھائی گئی وجہ اور بمبئی میں باختیار عدالت عالیہ کے چیف جسٹس اور ججوں کی سفارش پر غور کرتے ہوئے، مہاراشٹر کی حکومت نے چیف جسٹس اور بمبئی میں باختیار عدالت عالیہ کے ججوں کی مذکورہ سفارش کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ مذکورہ شری کیکنمبلکر کو ملازمت سے برخاست کرنے کی سزا دی جاسکے۔

ملازمت سے برخاستگی کے اس حکم پر سوال اٹھاتے ہوئے مدعا علیہ نے عدالت عالیہ میں رٹ پٹیشن دائر کی۔ ڈویژن بنچ نے اس عدالت کے مختلف فیصلوں کو دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ڈسٹرکٹ جج مدعا علیہ کے خلاف متعصبانہ تھا اور اس نے تین گواہوں، وکلاء اور مستغیث کے ثبوت درج کیے۔ اس سے مدعا علیہ کے خلاف کارروائی کرنے کی بنیاد بنی۔ ریکارڈ پر دستیاب حالات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کوئی بھی معقول شخص اس نتیجے پر نہیں پہنچے گا کہ مدعا علیہ کو سازگار فیصلہ دینے کے لیے رشوت کا مطالبہ کرنے کے بد عنوان مقصد سے متحرک کیا گیا تھا۔ لہذا، عدالت عالیہ کا مدعا علیہ کو برخاست کرنے کا فیصلہ مداخلت کی ضمانت دینے والے قانون کی واضح غلطی سے خراب ہوتا ہے۔ اس کے مطابق، برخاستگی کا حکم کا عدم قرار دیا گیا۔ اس طرح، سرٹیفکیٹ کے ذریعے یہ اپیل۔

اپیل گزاروں کی طرف سے پیش ہوئے سینئر وکیل شری ہریش سالوے کا کہنا ہے کہ ڈویژن بنچ کا نظریہ قانونی طور پر درست نہیں ہے۔ عدالتی نظر ثانی کے تحت عدالت گواہوں کے شواہد کی دوبارہ تعریف نہیں کر سکتی اور اپنے نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی۔ عدالت ریکارڈ پر موجود شواہد کی بنیاد پر دیکھ سکتی تھی کہ آیا کوئی معقول شخص اس نتیجے پر پہنچے گا کہ مدعا علیہ سرکاری ڈیوٹی کی انجام دہی کے لیے رشوت کا مطالبہ کرنے میں بد عنوان مقصد سے کام لے رہا تھا۔ اس لیے عدالت عالیہ نے عدالتی نظر ثانی کی اپنی حدود کو عبور کر لیا ہے اور جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اس کی حمایت قانون کے اصول یا اس عدالت کے مقرر کردہ کسی قانون سے نہیں کی جاسکتی۔ دوسری طرف مدعا علیہ کی طرف سے پیش ہونے والے قابل وکیل شری لامباٹ کا کہنا ہے کہ ریکارڈ پر موجود شواہد کی بنیاد پر کوئی معقول شخص اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ مدعا علیہ نے بد عملی کوئی عمل کیا ہے، یعنی رشوت کا مطالبہ۔ وکلاء اور مستغیث کے بعد کے تاثرات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف ضلعی جج کی طرف سے ضلعی جج کے منفی تبصروں کو ثابت کرنے کے لیے کی گئی چہرے کو بچانے کی کوشش ہے؛ جب مدعا

علیہ نے ان حقائق کو ریکارڈ پر لایا تو تادیبی کمیٹی نے اس نقطہ نظر سے اس پر غور نہیں کیا۔ لہذا وہ مدعا علیہ کے خلاف تادیبی کرنے کی بنیاد نہیں بن سکتے۔

متعلقہ تنازعات کو مد نظر رکھتے ہوئے، جو سوال غور کے لیے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا ڈویژن بینچ کی طرف سے لیا گیا نظریہ قانون میں پائیدار ہے؟ جہاں تک عدالتی نظر ثانی کی نوعیت کا تعلق ہے، پورے مقدمے کے قانون کا سراغ لگانا ضروری نہیں ہے۔ اس عدالت کے تین ججوں کی بنچ نے بی سی چٹرویدی بنام یونین آف انڈیا اینڈ دیگران، [1995] 6 ایس سی سی 749 کے حالیہ فیصلے میں اس کے دائرہ کار پر غور کیا ہے جس میں پورے مقدمے کے قانون کا خلاصہ پیرا گراف 12، 14 اور 15 میں اس طرح کیا گیا تھا:

"12. عدالتی نظر ثانی کسی فیصلے کی اپیل نہیں ہے بلکہ فیصلہ کرنے کے طریقے کا نظر ثانی ہے۔ عدالتی نظر ثانی کے اختیار کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ فرد کے ساتھ منصفانہ سلوک ہو اور اس بات کو یقینی بنانا نہیں کہ جس نتیجے پر اتھارٹی پہنچتی ہے وہ عدالت کی نظر میں لازمی طور پر درست ہے۔ جب کسی سرکاری ملازم کے ذریعے بد عملی الزامات پر جانچ کی جاتی ہے، تو عدالت / ٹریبونل اس بات کا تعین کرنے کے لیے فکر مند ہوتا ہے کہ آیا جانچ کسی مجاز دفتر کے ذریعے کی گئی تھی یا قدرتی انصاف کے قواعد مرتب کیے گئے ہیں۔ چاہے نتائج یا نتائج کچھ شواہد پر مبنی ہوں، جانچ کرنے کا اختیار سوچی سمجھی اتھارٹی کے پاس حقیقت یا نتیجے تک پہنچنے کا دائرہ اختیار، اختیار اور اختیار ہوتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ کچھ شواہد پر مبنی ہونا چاہیے۔ نہ تو ایویڈنس ایکٹ کے تکنیکی قوانین اور نہ ہی اس میں بیان کردہ حقیقت یا ثبوت کا ثبوت، تادیبی پر لاگو ہوتا ہے۔ جب اتھارٹی اس ثبوت اور نتیجے کو قبول کرتی ہے تو اس سے حمایت حاصل ہوتی ہے، انضباطی اتھارٹی کو یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ مجرم تادیبی کا مجرم ہے۔ عدالت / ٹریبونل عدالتی نظر ثانی کے اپنے اختیار میں شواہد کی دوبارہ تعریف کرنے اور شواہد پر اپنے آزادانہ نتائج پر پہنچنے کے لیے اپیلٹ اتھارٹی کے طور پر کام نہیں کرتا ہے۔ عدالت / ٹریبونل اس صورت میں مداخلت کر سکتا ہے جہاں اتھارٹی نے مجرم افسر کے خلاف کارروائی کو قدرتی انصاف کے تادیبی سے مطابقت نہ رکھنے والے انداز میں یا جانچ کے طریقہ کار کو تجویز کرنے والے

قانونی تادیبی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یا جہاں انضباطی اتھارٹی کے ذریعے اخذ کردہ نتیجہ یا نتیجہ کسی ثبوت پر مبنی نہ ہو۔ اگر نتیجہ یا نتیجہ ایسا ہو تا کہ کوئی معقول شخص کبھی نہیں پہنچا ہوتا، تو عدالت / ٹریبونل نتیجے یا نتائج میں مداخلت کر سکتا ہے اور راحت کو ڈھال سکتا ہے تاکہ اسے ہر مقدمے کے حقائق کے مطابق بنایا جاسکے۔

14. یونین آف انڈیا بنام ایس ایل عباس، [1993] 4 ایس سی سی 357 میں جب ٹریبونل کے ذریعے منتقلی کے حکم میں مداخلت کی گئی تھی، تو اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ ٹریبونل کوئی اپیلٹ اتھارٹی نہیں ہے جو اپنے فیصلے کو اس حقیقی منتقلی کے حکم سے بدل سکتی ہے۔ ٹریبونل ایسے حالات میں سرکاری ملازم کے تبادلے کے احکامات میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ دادرا اور نگر حویلی کے ایڈمنسٹریٹر بنام ایچ پی وورا، [1993] 1 ایس سی سی 551 میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ایڈمنسٹریٹو ٹریبونل اپیلٹ اتھارٹی نہیں ہے اور یہ سرکاری ملازم کی کارکردگی کے بار کو صاف کرنے کے لیے حکام کے کردار کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ حال ہی میں اسٹیٹ بینک آف انڈیا بنام سمندر کشور اینڈو، [1994] 2 ایس سی سی 537 میں اس عدالت کی ایک بنچ جس میں ہم دو (بی پی جیون ریڈی اور بی ایل منسریا، جسٹس صاحبان) رکن تھے، نے ٹریبونل کے اس تادیبی پر غور کیا جس میں الزامات کو بغیر کسی ثبوت کی بنیاد پر کالعدم قرار دیا گیا تھا، اس سوال میں تفصیل سے گیا کہ کیا ٹریبونل کو عدالتی نظر ثانی کے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے شواہد کی تعریف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور کہا کہ ٹریبونل شواہد کی تعریف نہیں کر سکتا اور اپنے نتیجے کو تادیبی اختیار سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ واضح ہو جائے گا کہ ٹریبونل اپنے حقائق کے نتائج کو تادیبی / اپیلٹ اتھارٹی کے نتائج سے تبدیل کرنے کے لیے شواہد کی تعریف نہیں کر سکتا۔

15. اس لیے اس سوال میں جانا مشکل ہے کہ آیا اپیل کنندہ کے پاس اپنی آمدنی کے معلوم ذرائع سے غیر متناسب جائیداد تھی۔ انضباطی اتھارٹی اور جانچ آفیسر کے نتائج جانچ کے دوران جمع کیے گئے شواہد پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے

کہ اپیل کنندہ کے پاس اپنی آمدنی کے معلوم ذرائع سے اطمینان بخش حساب شدہ اثاثوں سے 30,000 روپے زیادہ تھے۔ اس کی بیوی کو ستری دھن اور اس کے بچوں کو ان کی سالگرہ کے موقع پر دیے گئے مبینہ تحائف پر یقین نہیں کیا گیا۔ اس نتیجے پر پہنچنا تادیبی تادیبی کے خصوصی دائرہ کار میں ہے۔ اس حوالے سے ثبوت موجود ہیں۔"

جرمانے کے نفاذ کی نوعیت سے متعلق قانون کا خلاصہ پیرا گراف 18 پر اس طرح کیا گیا

ہے:

"مذکورہ تادیبی حیثیت کا نظر ثانی لینے سے یہ ثابت ہو گا کہ انضباطی اتھارٹی، اور اپیل پر اپیل اتھارٹی، حقائق تلاش کرنے والے حکام ہونے کے ناطے، نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لیے شواہد پر غور کرنے کا خصوصی اختیار رکھتے ہیں۔ انہیں بد عملی کی شدت یا سنگینی کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب سزا دینے کی صوابدید ساتھ لگایا جاتا ہے۔ عدالتِ عالیہ / ٹریبونل، عدالتی نظر ثانی کے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے عام طور پر جرمانے پر اپنے نتیجے کو تبدیل نہیں کر سکتا اور کچھ اور تاوان عائد نہیں کر سکتا۔ اگر انضباطی اتھارٹی یا اپیل اتھارٹی کی طرف سے لگائی گئی تادیبی عدالتِ عالیہ / ٹریبونل کے ضمیر کو صدمے میں ڈال دیتی ہے، تو یہ مناسب طریقے سے راحت کو تشکیل دے گی، یا تو تادیبی / اپیل اتھارٹی کو عائد کردہ تاوان پر دوبارہ غور کرنے کی ہدایت دے گی، یا قانونی چارہ جوئی کو مختصر کر دے گی، یہ خود غیر معمولی اور غیر معمولی معاملات میں، اس کی حمایت میں ٹھوس وجوہات کے ساتھ مناسب تادیبی دے سکتی ہے۔"

اس کے مطابق، تاوان عائد کرنے کے ٹریبونل کے حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ ریاست تامل ناڈو بنام ایس سبرامنیم، [1996] 7 ایس سی سی 509 کے ایک اور فیصلے میں، اس عدالت نے عدالتی نظر ثانی کے اختیارات کے دائرہ کار پر غور کیا ہے اور شواہد کی دوبارہ تعریف کی ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

"ٹریبونل نے مستغیث کے ثبوت کو سراہا اور اس کے مطابق مستغیث کا ثبوت متضاد تھا اور کہا کہ اپیل کنندہ نے تسلی بخش طور پر یہ ثابت نہیں کیا تھا کہ مدعا

علیہ نے رشوت کا مطالبہ کیا تھا اور اسے قبول کیا تھا۔ ٹریبونل نے مستغیث کے ثبوت کی تعریف پر زور دیا، مذکورہ الزامات کو ثابت کرنے کے لیے اس پر انحصار نہیں کیا۔ اس بنیاد پر، اس نے ہٹانے کے حکم کو الگ کر دیا۔ اس طرح، خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل۔

واحد سوال یہ ہے کہ کیا ٹریبونل شواہد کی تعریف کرنے اور اپنے اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کہ الزام ثابت نہیں ہوا، اپنے نتیجے میں درست تھا۔ ٹریبونل اپیل کی عدالت نہیں ہے۔ آئین ہند کے آرٹیکل 226 کے تحت عدالت عالیہ کے عدالتی جائزے کے اختیار کو آرٹیکل 323A کے تحت اختیار سے چھین لیا گیا اور اسے سنٹرل ایڈمنسٹریٹو ٹریبونل ایکٹ کے ذریعے ٹریبونل میں ڈال دیا گیا۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ ٹریبونل کے پاس ملازمین کی سروس کی شرائط سے متعلق شکایات پر اپیل کی انتظامی کارروائی کا صرف عدالتی نظر ثانی لینے کا اختیار ہے، یہ انضباطی اتھارٹی کا خصوصی تادیبی ہے کہ وہ ریکارڈ پر موجود شواہد پر غور کرے اور نتائج ریکارڈ کرے کہ آیا الزام ثابت ہوا ہے یا نہیں۔ یہ یکساں طور پر طے شدہ قانون ہے کہ شواہد کے تکنیکی قوانین کا تادیبی کے لیے کوئی اطلاق نہیں ہے اور اتھارٹی کو ریکارڈ پر موجود مواد پر غور کرنا ہے۔ عدالتی نظر ثانی میں، یہ طے شدہ قانون ہے کہ عدالت یا ٹریبونل کو شواہد کی تعریف کرنے اور اپنے نتیجے پر پہنچنے کے لیے دائرہ اختیار میں خندق ڈالنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ عدالتی نظر ثانی کسی فیصلے کی اپیل نہیں ہے بلکہ فیصلہ کرنے کے طریقے کا نظر ثانی ہے۔ اس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ مجرم کے ساتھ منصفانہ سلوک ہو اور اس بات کو یقینی بنانا نہیں کہ عدالت یا ٹریبونل کے خیال میں جس نتیجے پر اتھارٹی پہنچتی ہے وہ لازمی طور پر درست ہے۔ جب اتھارٹی کے ذریعے اخذ کیا گیا نتیجہ شواہد پر مبنی ہوتا ہے، تو ٹریبونل شواہد کی دوبارہ تعریف کرنے کے اختیار سے محروم ہوتا ہے اور الزام کے ثبوت پر اپنے نتیجے پر پہنچ جاتا ہے۔ عدالت / ٹریبونل کا اپنے عدالتی نظر ثانی میں صرف یہ غور کرنا ہے کہ آیا نتیجہ ریکارڈ پر موجود شواہد پر مبنی ہے اور اس نتیجے کی حمایت کرتا ہے یا آیا نتیجہ کسی ثبوت پر مبنی نہیں ہے۔ بی سی چٹرویدی بنام یونین آف انڈیا، [1995] 6 ایس سی سی 749، ریاست تامل ناڈو

بنام ٹی وی وینوگوپال، [1994] 6 ایس سی سی 303 (ایس سی سی پیر 71)، یونین آف انڈیا بنام اوپنڈر سنگھ، [1994] 3 ایس سی سی 357 (ایس سی سی پیر 6)، حکومت تامل ناڈو بنام اے راجپانڈین، [1995] 1 ایس سی سی 216 (ایس سی سی پیر 4) اور بی سی چٹرویدی بنام یونین آف انڈیا، (صفحات 60-759) کے ذریعے اس عدالت کا مستقل نظریہ ہے۔ طے شدہ قانونی حیثیت کے پیش نظر، ٹریبونل نے شواہد کی تعریف کرنے اور اپنے اس نتیجے پر پہنچنے میں کہ الزام ثابت نہیں ہوا تھا، قانون کی سنگین غلطی کی ہے۔ اس طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ ٹریبونل کا نظریہ ظاہری طور پر غیر قانونی ہے۔ آرڈر اسی کے مطابق الگ کر دیا جاتا ہے۔ او اے / ٹی بی / ڈبلیو پی کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔"

یہ دونوں فیصلے اس معاملے میں تنازعہ کا مکمل احاطہ کرتے ہیں۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ بے دخلی کے مقدمے میں دعویٰ علیہ شریعتی کندن بین کی شکایت کے مطابق ثبوت ریکارڈ کیے گئے۔ یہ سچ ہے کہ جانچ آفیسر کے ذریعے شکایت کی تاریخ اور 1992 میں ثبوت درج کرنے کی تاریخ کے درمیان وقت کے وقفے کی وجہ سے، شواہد میں کچھ تضادات ہونے کا امکان ہے۔ لیکن انضباطی کارروائی فوجداری مقدمہ نہیں ہوتی۔ لہذا، تفتیش کا دائرہ فوجداری مقدمے سے بالکل مختلف ہے جس میں الزام کو شک سے بالاتر ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تادیبی تفتیش کے معاملے میں، ثبوت کے تکنیکی تادیبی کوئی اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ "شک سے بالاتر ثبوت" کے نظریے کا کوئی اطلاق نہیں ہے۔ امکانات کا پیشگی جواب اور ریکارڈ پر موجود کچھ مواد اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ضروری ہو گا کہ آیا مجرم نے بد عملی ارتکاب کیا ہے یا نہیں۔ اس عدالت کے مختلف فیصلوں کے ذریعے مقرر کردہ معیار یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ریکارڈ پر ثبوت موجود ہیں کہ مجرم نے بد عملی ارتکاب کیا ہے اور کیا ایک معقول شخص کے طور پر، حالات میں، اس نتیجے پر پہنچنا جائز ہو گا۔ اس لیے سوال یہ ہے: کیا ریکارڈ پر موجود شواہد کی بنیاد پر، کسی فریق کے حق میں فیصلہ پیش کرنے کے لیے رشوت کا مطالبہ کرنے کا بد عملی الزام ثابت ہوا ہے؟ اس طرف سے، چونکہ کندن بین کا ثبوت، متاثرہ مدعا علیہ جس کے خلاف اکیلے مدعا علیہ نے بے دخلی کی ڈگری منظور کی تھی، ریکارڈ پر ہے، شاید اس محفوظ نتیجے پر پہنچنا مشکل ہو گا کہ الزام ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی طرف سے ایک عصری طرز عمل ہے، جس نے فوری طور پر اپنے وکیل سے شکایت کی، جس نے بدلے میں اسسٹنٹ سرکاری وکیل سے شکایت کی اور اسسٹنٹ سرکاری وکیل

نے بدلے میں ڈسٹرکٹ سرکاری وکیل سے شکایت کی، جس نے بدلے میں ڈسٹرکٹ جج کو مطلع کیا۔ یہ حقیقت کہ ضلعی جج نے شکایت کی بنیاد پر منفی تاثرات کیے تھے، قائم کی گئی تھی اور اس متدعو یہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سچ ہے کہ عدالت عالیہ نے ڈسٹرکٹ جج کو ہدایت کی ہے کہ وہ وکلاء کے ریکارڈ کیے جانے والے تاثرات اور شکایت کی بنیاد پر ڈسٹرکٹ جج کے منفی تبصروں کو ثابت کرے۔ اس مرحلے پر، مدعا علیہ اس اسٹیشن پر کام نہیں کر رہا تھا کیونکہ اس کا پہلے ہی تبادلہ ہو چکا تھا۔ لیکن ایک اہم عنصر جس پر توجہ دی جانی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس نے جرح میں اعتراف کیا کہ شری گائٹ، ڈسٹرکٹ سرکاری وکیل، ناسک کی مدعا علیہ کے خلاف کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ان حالات میں، عصری طور پر جب گائٹ نے ضلعی جج کو ایک خط لکھا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اسے مدعا علیہ کے بارے میں معلومات ملی ہیں جس میں کچھ فریقوں سے رشوت کا مطالبہ کیا گیا ہے، تو ضلعی جج کے لیے یہ رائے قائم کرنے کے لیے کچھ بنیاد موجود ہے کہ مدعا علیہ کو بدعنوانی کا ارتکاب کرنے کی طرف مائل کیا گیا تھا؛ مدعا علیہ کے طرز عمل کی مذمت کی جانی چاہیے۔ ان حالات میں، ایسا لگتا ہے کہ وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مدعا علیہ کے طرز عمل پر منفی تبصرے کی ضرورت ہے۔ لیکن جب تفتیش کی گئی تو مذکورہ بالا افراد کے بیانات ریکارڈ کیے گئے؛ مدعا علیہ کو فراہم کیے گئے؛ اور ان سے مناسب طریقے سے جرح کی گئی، سوال پیدا ہوتا ہے: ان کا ثبوت قابل قبول ہے یا نہیں؟ اس مسلمہ صورت حال کے پیش نظر کہ خود فریق مخالف نے تسلیم کیا کہ گیتے کو اس کے خلاف کوئی ذاتی عناد نہیں تھا، اور ڈسٹرکٹ جج نے اس بیان کی بنیاد پر کارروائی کی، یہ مؤقف تسلیم کرنا مشکل ہے کہ ڈسٹرکٹ جج فریق مخالف کے خلاف جانبدار تھا اور اس نے تین وکلاء اور شکایت کنندہ کے ذریعے فریق مخالف کے خلاف جھوٹے شواہد گھڑے۔ جب وہ ثبوت انضباطی اتھارٹی یعنی عدالت عالیہ کے سامنے دستیاب تھا، تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کوئی ثبوت کا معاملہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ پانچ ججوں کی کمیٹی اور اس کے بعد حکومت جیسا کوئی تادیبی شخص اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکا کہ الزام ثابت ہو گیا تھا۔ لہذا، عدالت عالیہ کی طرف سے شواہد پر نظر ثانی پر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ مدعا علیہ کے خلاف الزامات پہلی نظر میں ثابت ہوئے اور اسے یہ بتانے کا موقع دیا گیا کہ ملازمت سے برخاستگی کی تادیبی کیوں نہیں کی جاسکی، بالکل جائز ہے۔

ان حالات میں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عدالت عالیہ کے نقطہ نظر کی حمایت ریکارڈ پر موجود شواہد سے کی جاسکتی ہے یا یہ بالکل بھی کسی ثبوت پر مبنی نہیں ہے؟ مذکورہ بالا حقائق کے بیان سے اس نتیجے پر پہنچنا مشکل ہو گا کہ عدالت عالیہ کا نتیجہ کسی ثبوت پر مبنی نہیں ہے۔ ضروری نتیجہ یہ

ہے کہ مدعا علیہ کے خلاف مبینہ بد عملی ثابت ہوئی ہے۔ پھر سوال یہ ہے: حالات میں عائد کی جانے والی سزا کی نوعیت کیا ہوگی؟ چونکہ مدعا علیہ عدالتی افسر ہوتا ہے اور عدالتی خدمات میں نظم و ضبط برقرار رکھنا ایک اہم معاملہ ہے اور چونکہ فیصلے کی قبولیت دفتر کے طرز عمل، ایمانداری، دیانتداری اور کردار کی سناکھ پر منحصر ہوتی ہے اور چونکہ مدعی عوام کا اعتماد عدالتی افسر کی دیانت داری اور کردار کی کمی سے متاثر یا لرز اٹھتا ہے، اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ملازمت سے برخاستگی کا تاوان عائد کرنا مناسب ہے۔ یہ مداخلت کی ضمانت نہیں دیتا ہے۔

اس کے مطابق اپیل کی اجازت ہے۔ عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا گیا ہے اور عدالت عالیہ کے مدعا علیہ کو ملازمت سے برخاست کرنے کے فیصلے کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں۔

اپیل منظور کی گئی۔